© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

حضرت شیخ الازہر پاکستان تشریف لائے تو ایک بیش قیمت نکتہ عطا فرما گئے ـــــ یہ کہ اسلام کی نگاہ میں چونکہ پوری ملت یا اُمت ایک ہے، اس وجہ سے پارٹیوں کے وجود کا کوئی جواز نہیں۔ اِس ارشاد میں ایک بڑا جھول ہے۔ یعنی مطلوب تو یہی ہے کہ ملت بالکل یک رُخ اور یک جان ہو، مگر موجودہ یہ حالت نہیں ہے۔ اگر معیاری ملی وحدت کو موجود فرض کر کے احکام لگائے جائیں تو عالم عربی کا دوسروں سے الگ طور پر وجود رکھنا غلط ہوگا، اور عرب لیگ قائم کرنے کا کوئی جواز نہ ہوگا۔ مسلمانوں کی مختلف اقوام اپنی اپنی جداگانہ قومیتیں وضع کر کے الگ الگ جغرافی حد بندیوں میں نہ رہ سکیں گی اور دُنیا میں چالیس سے زیادہ مسلمان حکومتوں کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے۔ ابھی برادریوں، فرقوں، طبقوں اور پیشوں کی تقسیم باقی ہے۔ یہ ساری تقسیمیں جو وحدتِ ملت کے تصور سے ٹکراتی ہیں، موجود ہیں اور شیخ ازہر نے ان کے متعلق کوئی اشارہ نہیں فرمایا۔ آخر فقط ایک سیاسی پارٹیوں کا امتناع کیوں؟

سیاسی نتائج کے لحاظ سے یک حزبی اور لاحزبی نظاموں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ مطلب یہ کہ مثلاً حکمران کی پالیسیاں کوئی غلط رُخ اختیار کرتی ہیں تو کوئی حرکت انہیں روکنے کے لیے پیدا نہیں کی جا سکتی۔ کون کس سے کہے اور لوگ کس کے گرد کس طرح جمع ہوں۔ وحدتِ ملت کے پردے میں دراصل فرد فرد بکھر جاتا ہے۔ ہر کوئی اپنی ذاتی دلچسپیوں اور مصیبتوں پر متوجہ ہے، کوئی بھی خصوصی طور پر سیاسی احوال پر نظر رکھنے اور ان کا تجزیہ کرنے والی قوت موجود نہیں رہتی ـــــــــــ

دوسری طرف سے مخالف قوتیں ـــــــــــ اگر خفیہ اجتماعیت پیدا کر کے کوئی مضر سازشی نقشہ کار اختیار کر لیں تو اکثریت اُن کے سامنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے بس ہو گی۔

وسیع علاقوں میں پھیلی ہوئی کثیر التعداد آبادیوں میں سیاسی پارٹیاں جو خدمات انجام دیتی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔۔۔ وہ اپنی دعوت اپنی مطلوبہ عملی شرائط اور اپنے پروگرام کے ذریعے بکھرے ہوئے افراد کو نظم اور وحدت کے رشتے میں پرونے کا کام کرتی ہیں۔

۲۔۔۔ وہ ملکی اور غیر ملکی، سیاسی و معاشی مسائل پر تعلیم عوام کا کام کرتی ہیں۔

۳۔۔۔ وہ حکومت اور جمہور کے درمیان رابطے کا واسطہ بنتی ہیں، یعنی ایک طرف حکومت کے اقدامات اور پالیسیوں کی وضاحت قوم میں کرتی ہیں اور دوسری طرف قوم کے عوام کے پیچ در پیچ مسائل کا تجزیہ کر کے، بلکہ ان کو متعین مطالبوں میں ڈھال کر حکومت کے سامنے رکھتی ہیں۔

۴۔۔۔ سیاسی پارٹیوں کا کام عوام میں سے صلاحیت اور کردار رکھنے والے خاص خاص افراد کو قیادت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے تیار کرنا رہتا ہے۔ ذہنی طور پر اعلیٰ درجے کا مطالعہ، فکری طور پر عملی مسائل کی سوجھ بوجھ، اخلاقی طور پر بااصول اور دیانت دار ہونا، دعوتی طور پر ہر طرح کے لوگوں کے سامنے بار بار جا کر ان کی مخالفتوں کا حسن استدلال سے مقابلہ کرنا۔ انتظامی طور پر بستی بستی سے لے کر اعلیٰ ترین سطح تک ہزارہا افراد کو ایک لڑی میں پروتے کی عظیم خدمت میں حصہ لینا اور سیاسی طور پر عوام اور حکمران دونوں کے سامنے کسی سیاسی جماعت کے چھوٹے اور بڑے قائدین کا یہ ثابت کر دینا کہ وہ دینی، قومی اور ملکی معاملات کو چلا سکتے ہیں۔ ان سارے پہلوؤں کو اگر دیکھا جائے تو ہر سیاسی جماعت قومی قیادت کی ایک نرسری ہوتی ہے۔ وہ قابلیت و کردار رکھنے والے غیر معروف لوگوں کو مختلف خدمات میں لگا کر انہیں آہستہ آہستہ نمایاں کرتی ہیں۔ یہ سارا کام اگر نہ کیا جائے اور ہر دفعہ عوام کے سامنے حکومت مردانِ مطلوب کی ایک فہرست منظوری کے لیے پیش کر دیا جائے (یا منظوری کے بغیر ہی ان کو لینے کا اعلان کر دے) یا عوام کے سامنے ہر مرتبہ نت نئے نامعلوم افراد انتخاب کے لیے نمودار ہو جاتے رہیں تو اس طرح نہ مناسب قیادت بن سکتی ہے اور نہ سیاسی استحکام پیدا ہو سکتا ہے۔

بیٹھے بٹھائے حلقوں میں سے افراد کو چھانٹ کر سیاست کے کارجہانبانی میں لگانے کا تجربہ ہے۔ یہ بعض نظاموں میں پہلے بھی اپنے پورے معیار پر ہو چکا ہے۔ یہ "غیر سیاسی سیاست کار" بھی عجیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چیز ہیں ۔ مثلاً ایک ڈاکٹر یا مصنف ہے جس نے کبھی عوام میں جا کر کام نہیں کیا، اُن کے سامنے کوئی نظریہ یا پروگرام پیش نہیں کیا۔ اُن کے سامنے استدلال نہیں کیا، اُن کے سامنے اپنے کردار کو پرکھے جانے کے لیے نہیں رکھا۔ اُن کے بدلتے حالات میں بار بار اُن کے احوال و مسائل کو نہیں سمجھا وہ ایوانِ حکومت میں جا کر کیا کرے گا۔ اُس کے گرد عوام کی کوئی اجتماعیت ایسی نہیں ہے کہ وہ ہر مرحلے پر اپنے آدمیوں کو حکومت کی پالیسیوں اور اپنی کوششوں سے آگاہ کرے، اُسے حکومت کی غلطیوں پر گرفت کرنے کا تجربہ ہی نہیں ہے۔ اس راہ میں جو سخت مقام آتے ہیں اُن سے وہ گزرا ہی نہیں ہے۔ تو وہ پہلے سے سوچے سمجھے کسی پروگرام اور منصوبے کے بغیر بجز اس کے کیا کرے گا کہ بعض جزوی فیصلوں کی حمایت کر دے اور کسی بات میں دھیما سا اختلاف کر لے۔ ایسے متفرق لوگوں کی ایک بھیڑ کو تو ایک فردِ حکمران بہترین طور پر استعمال کر سکتا ہے۔

---

۵ ـــــ پارٹیوں کی وجہ سے سیاسی عمل میں ایک تسلسل قائم رہتا ہے۔ کچھ اصول اور معیارات اور پروگرام پیچھے سے سامنے آتے ہیں اور آگے چلتے ہیں۔ ایک پروگرام کا کچھ حصّہ ایک دور میں جامۂ عمل پہنتا ہے تو بقیہ حصّہ اگلے کسی دور میں۔ نہ یہ کہ ایک قوت یکایک نمودار ہوئی جس کا کوئی ماضی نہیں، پھر وہ بغیر کوئی مستقبل ورثے میں چھوڑے رخصت ہو گئی اور ایک نئی قوت میدان میں آ کودی یا لا کھڑی کر دی گئی۔ سیاست جہاں کہیں اس طرح کی قلابازیاں کھاتی ہے، وہاں جمہوریت تو کیا پنپے گی معمولی درجے کا سیاسی شعور بھی پروان نہیں چڑھتا۔ قوم کو بھیڑ بکریوں کے گلے کی طرح کوئی اِدھر ہانک لے جائے گا اور کوئی اُدھر۔ بار بار سفر کا رُخ بدلتا ہے اور بیچاری بھیڑ بکریاں نسل در نسل آوارگی میں مبتلا رہتی ہیں۔

۶ ـــــ سیاست اور سیاسی تبدیلیوں کو منضبط رکھنے اور عوام کو سرپھرے پن سے روکنے میں بھی پارٹیوں کا بڑا حصّہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی ناپسندیدہ اُمور سامنے آتے ہیں تو اُن کے خلاف پیدا ہونے والے جذباتی ردِّ عمل کو سیاسی پارٹیاں اعتدال کی راہ پر ڈال دیتی ہیں، اُن کا طریقِ کار چونکہ بنیادی طور پر دستوری اور تفہیمی اور استدلالی ہوتا ہے۔ اس لیے پہلے مرحلے میں وہ اُمورِ متعلقہ کی تشریح کے لیے جلسوں اور تقریروں اور پبلسٹی سے کام لیتی ہیں۔ پھر نیچے کی مجالس شوریٰ یا مجالس عاملہ میں غور و خوض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ ترین مجلس تک معاملہ جاتا ہے۔ پھر اگر مخالفانہ اقدام کا فیصلہ بھی ہوتا ہے تو پہلے ہمیشہ ہلکے ہلکے طریق احتجاج سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر پرامن مظاہروں کا دور آتا ہے اور قبل اس کے کہ بات آگے بڑھے، جمہوری حکومتوں کے سمجھدار مدبرین گفت و شنید کرنے یا اس کے بغیر یا تو کسی مطالبے کو اس کی مقبولیت کی بناء پر جوں کا توں تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اپنے فیصلوں میں رد و بدل کر لیتے ہیں یا اس کے زیادہ اہم حصّے کو وہ قبول کر لیتے ہیں۔ یا پھر ایسا ہوتا ہے کہ ایوان میں مسئلہ زیر بحث آتا ہے اور دونوں طرف کا استدلال بھی سامنے آجاتا ہے اور جذبات بھی واضح ہو جاتے ہیں۔

پارٹیوں کا یہ کام بڑا صبر آزما کام ہے۔ ایک طرف انہیں اپنے عوام میں زندگی و حرارت بھی باقی رکھنی ہوتی ہے کہ وہ معاملات سے بے تعلق یا جمود پسند یا مایوس نہ ہو جائیں۔ دوسری طرف ان کو انضباط میں بھی رکھنا ہوتا ہے تا کہ وہ سرپھرے پن میں مبتلا ہو کر امن و نظم کے لیے خطرہ نہ بن جائیں۔ اور خود اپنی قیادت کے سامنے منہ زور نہ ہو جائیں۔

۷ ــــ پارٹیاں مملکت کے مختلف سیاسی واحدوں اور صوبوں اور نسلوں کے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ وہ افتراق پیدا کرنے والے اسباب کو حکومت کے سامنے لا کر اُن کے ازالے کی کوشش کرتی ہیں۔ (اگر کوئی پارٹی علاقائی یا نسلی یا کسی اور طرح کے غیر صحت مندانہ اختلاف کی انتہائی شکل) پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے تو وہ خود اپنے اندر خرابی رکھتی ہے۔ ایسی خرابیوں کا سدّباب کچھ تو سیاسی ضروریات کرتی ہیں۔ اور ایک حد سے آگے قانون اور انتظامیہ سے کام لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کی رُو سے ایسی افتراق انگیزی جرم ہونی چاہیے اور اس کے مطابق عملاً انسدادی کارروائیاں ہونی چاہئیں۔ اصولاً ایک اسلامی ریاست میں ایسی کسی افتراق انگیز پارٹی کا وجود قانوناً جائز ہی نہیں ہونا چاہیے۔ خود صحت مند پارٹیاں بھی ان کا زور توڑتی ہیں۔

۸ ــــ پارٹیاں انتخابات کے نازک موقعوں پر عوام کو مناسب اصول و معیار یا پروگراموں پر جمع کرتی ہیں۔ ورنہ ہر شخص کا مختلف مسائل میں ایک الگ نظریہ ہوگا۔ اور معیارِ انتخاب بھی جداگانہ۔ متذکرہ وجوہ سے اندر وئے حقیقت پارٹیاں عوام کو حالت انتشار سے نظم کی طرف لاتی ہیں پہلے وہ عوام کو ۸، ۱۰ نظاموں میں لاتی ہیں، پھر ۴، ۶ اور آخر کو ۲ یا ۳ میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ جو پارٹیوں کی کثرت کی وجہ سے بجائے خود پارٹیاں باعث انتشار معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ پارٹیوں کی تعداد کی چھانٹائی کا جو عمل سیاست میں فطری طور پر واقع ہونا چاہیے اُسے نہیں ہونے دیا گیا۔ ورنہ انتخابی سیاست سے دو چار بار گذرنے کے بعد تدریجاً تعداد کم ہو کر مناسب سطح تک آجانی چاہیے۔ کچھ پارٹیاں تو اپنے ملتے جلتے پروگراموں کی وجہ سے انتخابات میں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور یہی عمل اُن کو تدریجاً ایک بنا دیتا ہے۔ کچھ پارٹیاں دو ایک تلخ تجربات سے گذرنے کے بعد خود سکڑنے لگتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہیں۔

پارٹیوں کو بار بار توڑنے اور معطل کرتے رہنے سے سیاست کی فضا ساری خراب ہو جاتی ہے، اور عوام کی سیاسی تربیت اور اُن کو انفرادیت کے انتشار سے نکالنے اور قیادت کے اہل افراد کو مسلسل اُبھارتے رہنے کا کام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ پارٹیوں کے تنظیمی اور تربیتی عمل میں خلل ڈالنے سے وہ حالات پیدا ہوتے ہیں جن میں پارٹیاں اصل وجہ انتشار معلوم ہوتی ہیں اور پھر جو اُٹھتا ہے وہ پارٹیوں کے خلاف دل کھول کر ناوک اندازی کرتا ہے۔

وحدتِ ملّت کا واسطہ دینے والے بتائیں کہ تمام فقہی مدارس ختم کر کے ایک ہی مکتب کیوں نہ تشکیل دیا جائے؟ تمام اخبارات اور رسائل کو ایک ہی فرم کے حوالے کر کے ایک ہی رنگ میں کیوں نہ چلایا جائے؟ تمام کاروباری تنظیموں کو ہٹا کر ایک ہی تنظیم کیوں نہ قائم کر دی جائے۔ تعلیم یا ادب یا رفاہِ عامہ کے لیے بہت سی انجمنوں کے بجائے ایک ہی انجمن کیوں نہ کام کرے؟ مدارس کے مختلف نظام ختم کر کے ایک ہی نظامِ مدارس کیوں نہ بنا دیا جائے؟ حکومت کے تمام محکمے ختم کر کے ایک ہی محکمہ کیوں نہ قائم کر دیا جائے؟ مختلف خاندانوں اور برادریوں کے ناموں کو خلافِ قانون قرار دے کر ایک ہی خاندان کیوں نہ قائم کر دیا جائے؟ دلیل تو ہر جگہ وہی رہے گی کہ اُمت چونکہ ایک ہے اس لیے اس کے اندر الگ الگ حد بندیاں یا اختلاف نہیں ہونے چاہئیں۔

اختلاف رہیں گے اور اگر وہ وجہ افتراق اور باعث نفرت نہ بنیں تو معاشرے کے لیے سامانِ زیبائش ہیں اور ان کے ہونے سے خدا کی یہ رحمت ہوتی ہے کہ مختلف معاملات کے مختلف پہلو اُبھر کر سامنے آجاتے ہیں اور مختلف افراد اور گروہ مسابقت کی وجہ سے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹ ـــــ اصل سمجھنے کی بات یہ ہے کہ پارٹیاں بنتی کس طرح ہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ جمہوریت ہونی چاہیے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں، امیر المومنین کو پورے اختیارات ہیں۔

اب ایک شکل یہ ہے کہ دونوں صرف اپنا اپنا خیال لے کے چُپ بیٹھیں اور کوئی کسی سے کچھ نہ کہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ وہ گفتگو میں، خطاب میں، تحریر میں اپنے خیال کو ظاہر کریں، خیال کو ظاہر کریں گے تو اسی خیال کے اور بھی حامی سامنے آئیں گے۔ اور فکری وحدت اُن کو اور قریب لے آئے گی۔ وہ مل بیٹھیں گے۔ جب ایک سے دو ہوئے تو جماعت بن گئی۔ پھر وہ تین، چار، پانچ، دس ہوں گے ـــــ پھر سو، ہزار، لاکھ ہوں گے۔ اسی طرح دوسرے مخالف خیال کی ہم آہنگی بہت سے لوگوں کو اکٹھا کر دے گی۔

اس عمل میں سوچنے کی آزادی، مل بیٹھنے کی آزادی (یا آزادیٔ اجتماع) اور تنظیم کی آزادی شامل ہیں۔ آخران آزادیوں کو اگر اسلامی حدود مہیا کر دی گئی ہوں تو اُن سے استفادہ کرنے میں کون سا قاعدہ حائل ہے۔ اگر سفید پگڑی باندھنے اور براؤن ٹوپی کے اوڑھنے کے اختلاف سے کوئی خطرہ نہیں تو جمہوریت کی حمایت و مخالفت کے اختلاف سے کیا خطرہ۔ آپ یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ دوسروں سے نفرت نہ کی جائے، گالیاں نہ دی جائیں، ٹکراؤ پیدا نہ کیا جائے۔ اور امن و نظم کو نقصان نہ پہنچایا جائے، لیکن مجرد اختلافی رجحانات پر جمع ہونا تو گناہ نہیں۔

یہ تو اچھی صورت ہے کہ دو ایسے پلیٹ فارم ہوں جن میں سے ہر ایک جمہوریت کے حق میں یا جمہوریت کے خلاف بھرپور دلائل دے اور بار بار عوام کے ذہن کی تربیت کرے، یہاں تک کہ جو خیال غالب ہو جائے گا وہ حالات پر اثر انداز ہوگا اور جو کمزور رہے گا، وہ اگر ختم نہ ہو جائے تو اُس کے لیے آگے موقع موجود ہے کہ وہ کسی اور مرحلے پر اُبھر آئے۔

۱۰ ـــــ یہ مسائل ہمارے ہاں آزادی سے پہلے ہی زیر بحث آنے لگ گئے تھے اور بالآخر دو طرفہ بحثوں کا ماحصل یہ رہا کہ جدید تعلیم یافتہ اور دینی اور عوامی حلقوں کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ پارٹیاں ہونی چاہئیں۔ خود علماء نے پارٹیوں کا ساتھ دیا۔ پارٹیاں تسلیم کرنے والے دستور کو مانا، پارٹیوں کے تحت انتخابات لڑے، پارٹیوں کے متحدہ محاذوں میں شرکت کی ـــ اب یکایک چند افراد کا اُٹھ کر نصف صدی سے قائم شدہ اس اجماع کو توڑ پھوڑ کر نئے سرے سے بحث کے میدان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں لا ڈالنا قوم کے اندر ثبات فکری نہ رہنے دے گا۔ نیز کئی ایسے اجتماعی فیصلے جنہیں سیکولر ذہن ناپسند کرتا ہے وہ اسی دلیل سے توڑ دیے جائیں کہ آخر علماء نے بھی تو پارٹیوں کے متعلق ایک فیصل شدہ امر کو توڑ دیا۔

افسوس کہ کسی کو اس حقیقت نفس الامری کا احساس نہیں کہ آپ کسی ایوان یا کمرے میں بیٹھ کر اس معاملے میں کچھ بھی ارشاد فرمائیں اور جدید طبقوں اور عامۃ الناس سے دور رہنے والے رسائل میں کیسے کیسے فتوے بھی دیتے رہیں، آپ پوری قوم کو اپنے طرز فکر پر متفق نہیں کر سکتے۔ موجودہ سناٹا عنقریب دور ہوگا اور مختلف قوتیں کام کرنے نکلیں گی تو کوئی ایسی چیز نہ چل سکے گی، جسے محض ایک خاص گروہ ذریعۂ خیر و برکت سمجھتا ہو۔

اس وقت تو حال یہ ہے کہ جو مختصر سا گروہ لاحزبی تصور کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہے وہ اپنی مجالس کو دوسرے خیال کے دینی لوگوں تک سے محفوظ رکھتا ہے۔ حالانکہ کام کرنے والے کوشش کیا کرتے ہیں کہ مخالف نقطۂ نظر کے لوگوں سے گھلیں ملیں، اُن کے سامنے اپنے طرز فکر کو رکھیں اور ان کی طرف سے مخالفانہ دلائل کو سن کر اُن کا وزن ملاحظہ کریں۔ یہ کلھیا میں گڑ پھوڑنے کا طریقہ، عوامی سیاست کا طریقہ نہیں ہے۔

آخر میں حضرت شیخ الازہر کے متاثرین سے یہ گذارش ہے کہ اس وقت ہمارے معاشرے پر اس معنی میں "وحدت" کا اطلاق نہیں ہوتا جس معنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معاشرے کی یک آہنگی و یک رنگی موجود تھی۔ عقائد، عبادات، تعلیم، اخلاق، انفاق، جہاد، طرز حکومت، نظام قانون و عدالت وغیرہ تمام امور میں فکر بھی ایک تھی اور عمل بھی ایک تھا۔ آج تو عقائد کا یہ عالم ہے کہ توحید سے لے کر الحاد تک ہر قسم کا ذہن پایا جاتا ہے۔ یقین کے بجائے شکوک کا غبار دلوں میں بھرا ہوا ہے۔ عبادات کا یہ حال ہے کہ اکثریت تارک صلوٰۃ ہے۔ اسی طرح اخلاق اور معاملات کی تشکیل دولت پرستانہ ذہن کے تحت ہوتی ہے۔ اب مسلمان سے اخوت کا معاملہ کرنے والا مسلمان کہیں کہیں ملے گا۔ سانپ بچھو کا سلوک کرنے والے زیادہ ہوں گے۔ آج ہمارے یہاں سیکولرازم کے مومن بھی ہیں اور شریعت کے علمبردار بھی۔ دنیوی لذات کے اسیر بھی ہیں اور آخرت کے پاسدار بھی، جمہوریت پسند بھی ہیں اور آمریت نواز بھی، اشتراکیت پرست (باقی بر صفحہ ۴۸)

© rasailojaraid.com